بنی ہاشم پر زکوٰۃ کی حرمت کے بارے میں کھلا ہوا شگوفہ

الزهر الباسم فی حرمة الزکوٰة علٰی بنی هاشم

۱۳۰۷ھ
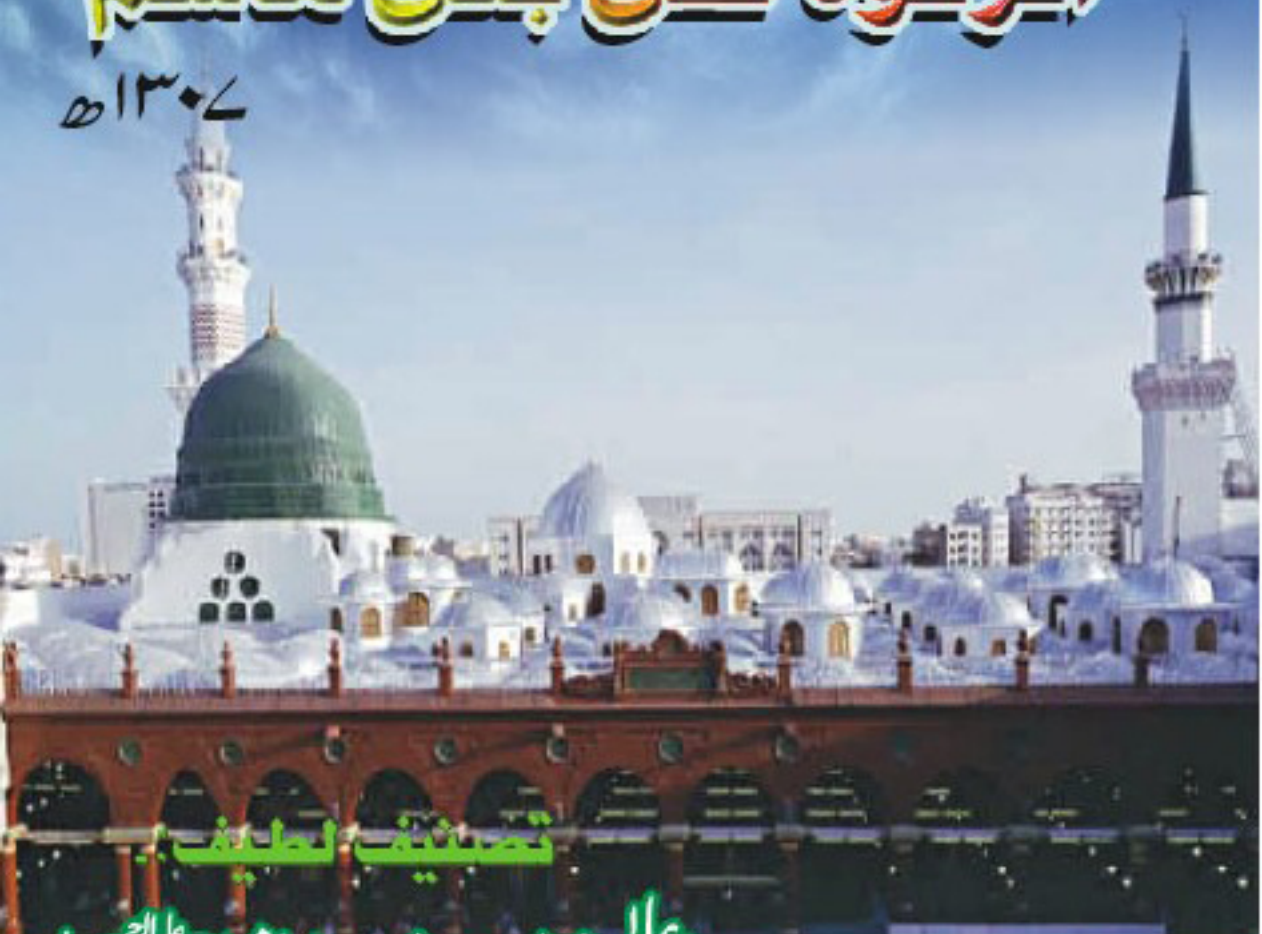
تصنیف لطیف

اعلیٰ حضرت، مجدد امام احمد رضا علیہ الرحمۃ

رسالہ

الزّہر الباسم فی حُرمۃ الزکٰوۃ علٰی بنی ہاشم

١٣ ھ

(بنی ہاشم پر زکٰوۃ کی حُرمت کے بارے میں کھلا ہُوا شگوفہ)

مسئلہ ۱۲۸: مرسلہ مولوی حافظ محمد امیر اللہ صاحب مدرس اوّل عربیہ اکبریہ ۔ جمادی الاولٰی ۱۳۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بنی ہاشم کو زکٰوۃ وصدقہ واجبہ دینا بجہت سقوط خمس الخمس جائز ہے یا نہیں ؟ کفایہ میں ہے :

قولہ ولا یدفع الٰی بنی ھاشم وفی شرح الاٰثار للطحاوی رحمہ اللہ تعالٰی عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ لاباس بالصدقات کلھا علٰی بنی ھاشم والحرمۃ فی عھد النبی علیہ الصلٰوۃ والسلام للعوض وھو خمس الخمس، فلما سقط ذٰلک بموتہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حلت لھم الصدقۃ وفی المنتقٰی

قولہ بنی ہاشم کو زکٰوۃ نہ دی جائے ، شرح الآثار للطحاوی رحمہ اللہ تعالٰی میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے بنو ہاشم پر تمام صدقات کرنے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ یہ حضور علیہ السلام کی ظاہری حیات میں خمس الخمس کی وجہ سے حرام تھے ، جب آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے وصال کی وجہ سے خمس الخمس ساقط ہوگیا تو ان کے صدقات حلال ٹھہرے اھ المنتقٰی میں ہے ،

یجوز الصرف الی بنی ھاشم فی قولہ خلافا لھما، و فی شرح الاٰثار الصدقۃ المفروضۃ والتطوع محرمۃ علی بنی ھاشم فی قولھما وعن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالٰی روایتان فیھا قال الطحاوی رحمہ اللہ تعالٰی وبالجواز ناخذ انتھی۔[1] بینوا توجروا۔

کہ امام صاحب کے نزدیک صدقات کو بنی ہاشم پر خرچ کیا جاسکتا ہے مگر صاحبین کو اس میں اختلاف ہے۔ شرح الآثار میں ہے کہ صاحبین کے قول کے مطابق فرض و نفل صدقہ بنو ہاشم پر ناجائز ہے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالٰی سے اس بارے میں دو روایات ہیں، امام طحاوی نے فرمایا کہ ہم جواز پر عمل کریں گے انتہی۔ بینوا توجروا (ت)

الجواب

اللھم لک الحمد اِلٰھم الصواب (اے اللہ! حمد تیرے ہی لیے ہے اور اے اللہ! درستگی عطا فرما۔ ت) بنی ہاشم کو زکوٰۃ و صدقات واجبات دینا زنہار جائز نہیں، نہ انھیں لینا حلال۔ سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے متواتر حدیثیں اس کی تحریم میں آئیں، اور علتِ تحریم ان کی عزت و کرامت ہے کہ زکوٰۃ مال کا میل ہے اور مثل سائر صدقاتِ واجبہ غاسلِ ذنوب، تو ان کا حال مثل مائِ مستعمل کے ہے جو گناہوں کی نجاسات اور حدث کے قاذورات دھوکر لایا اُن پاک لطیف ستھرے لطیف اہلبیت طیب و طہارت کی شان اس سے بس ارفع و اعلٰی ہے کہ ایسی چیزوں سے آلودگی کریں، خود احادیثِ صحیحہ میں اس علت کی تصریح فرمائی،

احمد و مسلم عن المطلب بن ربیعۃ بن الحارث رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان الصدقۃ لاتنبغی لاٰل محمد انما ھی اوساخ الناس[2]۔ الطبرانی عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما انہ لایحل لکم اھل البیت من الصدقات شیئ ولا غسالۃ الایدی[3]۔ ھذا مختصرا الطحاوی

مسند احمد اور مسلم میں ہے کہ مطلب بن ربیعہ بن حارث رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: صدقہ آلِ محمد کیلئے جائز نہیں کیونکہ یہ لوگوں (کے مال) کی میل ہے۔ طبرانی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی ہے کہ اے اہلبیت! تمھارے لیے صدقات میں سے کوئی شَے حلال نہیں اور نہ ہی لوگوں کے ہاتھوں کی میل، یہ مختصراً ہے، طحاوی میں حضرت علی

---

[1] الکفایۃ مع فتح القدیر باب من یجوز دفع الصدقۃ الیہ ومن لایجوز مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/ ۲۱۱ تا ۲۱۳
[2] صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ باب تحریم الزکوٰۃ علی رسول اللہ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۴۴
[3] المعجم الکبیر مروی از عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۱۱/ ۲۱۷

18

عن علی کرم اللہ تعالٰی عنہ قال قلت للعباس سل النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یستعملك علی الصدقات فسألہ فقال ماکنت لاستعملك علی غسالۃ ذنوب الناس۔[1]

کرم اللہ تعالٰی عنہ سے مروی کہ میں نے حضرت عباس سے کہا کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے گزارش کرو تاکہ تمھیں آپ صدقات کے لیے عامل مقرر فرمادیں تو حضرت عباس نے عرض کیا تو آپ نے فرمایا: میں تجھے لوگوں کے گناہوں کی میل پر عامل نہیں بنا سکتا۔(ت)

اسی طرح کلماتِ علماء میں اس تعلیل کی بکثرت تصریحیں ہیں، رہا خمس الخمس **اقول** وباللہ التوفیق اس کی تقریر تحریم صدقات سے ناشئ تھی نہ کہ تحریم صدقات اس کی تقریر پر مبتنی ہو،

فان اللہ تعالٰی لما حرم علیہم الصدقات رزقہم خمس الخمس لان اللہ تعالٰی لما رزقہم ذلك حرم علیہم الصدقات حتی لولم یسہم لہم ذلك لم یحرم علیہم غسالۃ السیئات وھل من دلیل علی ذلك بل الدلیل ناطق بخلافہ وبعد تحریری ھذا المحل وجدت بحمد اللہ نصا عن الامام المجتہد التابعی مجاھد رحمہ اللہ تعالٰی ان تقرر خمس الخمس مبتن علی تحریم الصدقۃ فقد روی ابن ابی شیبۃ والطبرانی عن خصیف (ف) عن مجاھد قال کان اٰل محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لاتحل لہم الصدقۃ فجعل لہم خمس الخمس[2] اھ۔

کیونکہ اللہ تعالٰی نے بنو ہاشم پر صدقات حرام فرمائے تو ان کے لیے خمس الخمس کو رزق کا ذریعہ بنایا، نہ یہ کہ جب خمس الخمس انھیں عطا فرمایا تو ان پر صدقات حرام فرمادئے حتی کہ اگر ان کے لیے یہ حصہ نہ ہوتا تو ان پر گناہوں کی میل حرام نہ ہوتی اور اس پر کوئی دلیل ہے؟ بلکہ اس کے خلاف دلیل ناطق ہے۔ فقیر نے جب یہ اس مقام پر لکھا تو پھر بحمداللہ مجتہد تابعی امام مجاہد رحمہ اللہ تعالٰی سے میں نے یہ تصریح پائی کہ خمس الخمس کا اثبات تحریم صدقہ کی بنا پر ہے، محدث ابن ابی شیبہ اور طبرانی نے خصیف سے اور انھوں نے مجاہد سے روایت کیا کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی آل کے لیے صدقہ حلال نہ تھا لہٰذا ان کے لیے خمس الخمس رکھا گیا اھ(ت)

اور سقوط عوض سے رجوع معوض وہیں ہے جہاں زوال معوض حصول عوض پر موقوف ہو،

کما فی البیع اذا سلم المشتری الثمن وھلك المبیع فی ید البائع رجع بالثمن

جیسا کہ بیع میں ہے جب مشتری رقم سپرد کردے اور مبیع بائع کے قبضہ میں ہلاک ہوگیا تو مشتری ثمن واپس

---

[1] شرح معانی الآثار کتاب الزکوٰۃ باب الصدقۃ علی بنی ہاشم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۳۵۲

[2] مصنف ابن ابی شیبہ " من قال لاتحل الصدقۃ علی بنی ہاشم ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۳/ ۲۱۵

ف: ابن ابی شیبہ میں بطریق حصین عن مجاہد مروی ہے وفی ن خصیف انظر حاشیۃ مصنف ابن ابی شیبۃ صفحہ مذکورہ بالا۔ نذیر احمد سعیدی

لان زوال الحق عن الثمن کان موقوفا علی حصول المبیع فاذا لم یسلم المبیع عاد الحق فی الثمن۔

لے سکتا ہے کیونکہ ثمن سے حق کا زوال حصول مبیع پر موقوف تھا تو جب بائع نے مبیع سپرد نہ کیا تو حق ثمن لوٹ آئیگا۔ (ت)

بخلاف اس کے کہ زوال معوض کسی اور علت سے معلل ہو تو جب تک وُہ علت باقی رہے گی زوال معوض بیشک رہے گا اگرچہ حصول عوض ہو یا عوض ہی ساقط ہو جائے،

والالزم تخلف المعلول عن علته وذلک کالمریض سقطت عنه فرضیة الوضوء لعلة الضرر وعوض عنها بفرض التیمم، فان سقط التیمم ایضا لعدم وجدان الصعید الطیب مثلا لا تعود فرضیة الوضوء قطعا لبقاء الضرر المقتضی لسقوطها فاذن یسقطان جمیعا کذا ھذا۔

ورنہ معلول کا علت سے تخلف لازم آئے گا اور یہ اسی طرح ہے جیسے کوئی مریض جس سے کسی ضرر کی بناء پر فرضیتِ وضو ساقط تھی اور اس کے عوض تیمم تھا اب اگر پاک مٹی نہ ہونے کی وجہ سے تیمم بھی ساقط ہو جاتا ہے تو فرضیتِ وضو قطعاً لوٹ کر نہیں آئے گی اس ضرر کے باقی ہونے کی وجہ سے جس سے وُہ ساقط ہوتی تھی تو اب دونوں (وضو اور تیمم) کا اجتماعی طور پر سقوط ہو جائیگا، اسی طرح یہاں ہے (ت)

ثم اقول (پھر میں کہتا ہُوں۔ت) یہ جواب بھی اس وقت ہے جبکہ ہمیں خمس الخمس کا بایں معنی عوض صدقات ہونا مسلّم ہو کر اگر تحریم صدقات نہ ہوتی تقرر خمس الخمس عمل میں نہ آتی اور یہ بے شک محلِ کلام ہے نہ اس پر کوئی دلیل قائم، ہم کہہ سکتے ہیں کہ تحریم صدقہ و تقرر سہم دونوں مستقل کرامتیں ہیں کہ حق عزمجدہ نے اہلبیت کرام کو عطا فرمائیں، اور لفظِ تعویض اوّل تو کسی حدیثِ ثابت سے اس وقت فقیر کے خیال میں نہیں وما فی کتب الفقه عوضھم منھا بخمس الخمس فغیر معروف کما صرح المخرجون (یہ جو کتبِ فقہ میں ہے کہ صدقہ کے عوض خمس الخمس ہے تو یہ غیر معروف ہے جیسا کہ اصحاب تخریج نے تصریح کی ہے۔ت) اور ہو بھی تو کھلا ہوا محاورہ دائرہ سائرہ ہے کہ ایک شَے جا کر جو دوسری ملتی ہے اسے اس کا عوض کہتے ہیں اگرچہ اُن میں ایک کا حصول دوسرے کے زوال پر موقوف ہو نہ ایک کا زوال دوسرے کے حصول کو مستلزم،

کما ان من مات له ولد ثم ولد اٰخر احسن منه یقال له نعم البدل وکما ان من طلق امرأة یدعو ربه ان ابدلنی خیرا منھا مع

جیسا کہ کسی شخص کا ایک بیٹا فوت ہو گیا ہو پھر اس سے اچھا دوسرا بیٹا پیدا ہو تو اسے نعم البدل کہا جاتا ہے ـــــ اور جس طرح کوئی شخص عورت کو طلاق دیتا ہے اور اپنے رب سے دُعا کرتا ہے کہ

ان الولدین المرأتین کان یمکن ان یجتمعا والعوض والمعوض لایجتمعان۔

مجھے اس کے بدلے بہتر بیوی عطا فرما باوجودیکہ دونوں بیٹوں اور دونوں بیویوں کا اجتماع ممکن ہے حالانکہ عوض اور معوض دونوں جمع نہیں ہوسکتے۔ (ت)

توہمیں ہرگز مسلّم نہیں کہ یہاں معاوضتِ عرفیہ کے سوا معاوضتِ مصطلحہ مراد ہو جس کی بناء پر ایک کے سقوط سے دوسرے کا عود چاہیں۔ لاجرم ظاہر الروایۃ میں ہمارے ائمہ ثلٰثہ بالاجماع بنی ہاشم پر تحریم صدقات فرماتے ہیں کافہ متون علی الاطلاق اسی پر ماشی اور اجلہ محققین اہل شروح وفتاوٰی وارباب تصحیح وفتوٰی مثل امام برہان الدین فرغانی صاحبِ ہدایہ وامام فقیہ النفس قاضیخان وامام طاہر صاحبِ خلاصہ وامام النسفی صاحبِ کافی وغیرہم رحمۃ اللہ علیہم بے اشعار خلاف اس پر جازم کہ مسئلہ میں کوئی روایت مرجوحہ مخالفہ آنے کی بو بھی نہیں دیتے قابلِ التفات کجا تو درکنار، در بعض نے اس کا ذکر کیا ساتھ ہی یہ بھی فرما دیا کہ مذہب کے خلاف اور ظاہر الروایۃ سے جدا ہے جس کے حاکی فقط نوح جامع ہیں، محقق علی الاطلاق فرماتے ہیں:

لاتدفع الی بنی ہاشم ہذا ظاہر الروایۃ و روی ابوعصمۃ عن ابی حنیفۃ انہ یجوز فی ہذا الزمان[1]

بنو ہاشم کو زکوٰۃ نہ دی جائے یہ ظاہر الروایۃ میں ہے۔ اور ابوعصمہ نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالٰی سے روایت کیا ہے کہ اس دور میں جائز ہے۔ (ت)

مجمع الانہر[2] میں ہے:

لاتدفع الی ہاشمی وھو ظاہر الروایۃ و روی ابوعصمۃ عن الامام انہ یجوز فی زمانہ[2] اھ ملخصا۔

بنو ہاشم کو زکوٰۃ کا عدمِ جواز ظاہر الروایہ ہے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے اس دور میں جواز کی روایت بھی ہے اھ ملخصاً (ت)

شیخ محقق دہلوی اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں:

عدم جواز دفع زکوٰۃ بہ بنی ہاشم ظاہر روایت است و

بنو ہاشم کو زکوٰۃ کا عدمِ جواز ظاہر الروایۃ ہے اور

ع حاصل یہ کہ اوّلاً معاوضتِ مصطلحہ مراد ہونا محلِ کلام ہے اور اثبات ذمہ مستدلین، ثانیاً عوضین میں مانعۃ الجمع ہونا ضرور ہے نہ منفصلہ حقیقیہ کہ منع خلو بھی لازم ہو اور تمام استدلال اسی پر موقوف، واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ غفرلہ (م)

---

[1] فتح القدیر فصل من یجوز دفع الصدقۃ الیہ ومن لایجوز الخ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/۲۱۱

[2] مجمع الانہر باب فی بیان احکام المصرف داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۲۲۴

دَر روایتے از امام ابی حنیفہ جائزست دریں زمان[1]۔ امام ابوحنیفہ سے ایک روایت میں اس زمانہ میں جائز ہے۔ (ت)

درمختار میں ہے، ظاھر المذھب اطلاق المنع[2] (ظاہر مذہب ہر حال میں منع ہے۔ ت)

ردالمحتار وطحطاوی[3] حاشیہ درمختار وحاشیہ مراقی الفلاح میں ہے وروی ابوعصمۃ عن الامام انہ یجوز (شیخ ابوعصمہ نے امام صاحب سے نقل کیا کہ بنوہاشم کو زکوٰۃ دینا جائز ہے۔ ت) ذخیرۃ العقبٰی حاشیہ شرح وقایہ میں ہے:

روی عن الامام الاعظم جواز دفع الزکٰوۃ الی الھاشمی فی زمانہ[4]۔ امام اعظم سے روایت ہے کہ ہمارے دور میں ہاشمی کو زکوٰۃ دینا جائز ہے۔ (ت)

شرح نقایہ برجندی میں فتاوٰی عتابی سے ہے، عن ابی حنیفۃ انہ یجوز[5] (امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ ہاشمی کو زکوٰۃ دینا جائز ہے۔ ت)

اقول فلا علیك مما فی قول النتف المنقول فی السوال من الایھام۔ **اقول** (میں کہتا ہوں) النتف میں جو کچھ منقول ہے اس سے وہم نہیں ہونا چاہئے۔ (ت)

اور علماء تصریح فرماتے ہیں کہ جو کچھ ظاہر الروایۃ کے خلاف ہے ہمارے ائمہ کا قول نہیں بلکہ مرجوع عنہ ہے اور مرجوع عنہ پر عمل ناجائز۔ امام خیرالدین رملی عالم فلسطین اپنے فتاوٰی میں فرماتے ہیں:

ھذا ھو المذھب الذی لایعدل عنہ الی غیرہ وما سواہ روایات خارجۃ عن ظاھر الروایۃ، وما خرج عن ظاھر الروایۃ فھو مرجوع عنہ لما تقرر فی الاصول من عدم امکان صدور قولین یہ وہ مذہب ہے جس کے غیر کی طرف عدول جائز نہیں اس کے علاوہ دیگر روایات ظاہر الروایۃ سے خارج ہیں، اور جو ظاہر روایت سے خارج ہو وہ مرجوع عنہ ہوتا ہے کیونکہ اصول میں مسلّمہ ہے کہ کسی مجتہد سے دو مختلف مساوی اقوال صادر نہیں ہوسکتے لہذا مرجوع عنہ

---

[1] اشعۃ اللمعات کتاب الزکوٰۃ باب لاتحل لہ الصدقۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/ ۲۵
[2] درمختار باب المصرف مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۴۱
[3] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار " دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۴۲۸
[4] ذخیرۃ العقبٰی حاشیہ شرح وقایہ کتاب الزکوٰۃ باب المصارف منشی نولکشور کانپور ۱/ ۱۳۸
[5] شرح النقایۃ للبرجندی فصل فی مصارف الزکوٰۃ " " " ۱/ ۲۰۷

مختلفین متساوین من مجتھد والمرجوع عنہ لم یبق قولا لہ کما ذکروہ وحیث علم ان القول ھو الذی تواردت علیہ المتون فھو المعتمد المعمول بہ[1] الخ

مجتہد کا قول نہیں رہے گا، جیسا کہ علماء نے تصریح کی ہے اور جب علم ہو جائے کہ فلاں قول متون میں برابر نقل ہو رہا ہے تو وہی معتمد، اور اسی پر عمل کیا جائے گا الخ (ت)

اسی طرح بحرالرائق کی کتاب القضا میں ہے درمختار میں ہے:

المجتھد اذا رجع عن قول لایجوز الاخذ بہ[2]۔

جب مجتہد کسی قول سے رجوع کرے تو اس پر عمل کرنا جائز نہیں رہتا۔ (ت)

یوں ہی بحر کی کتاب الطہارۃ میں لکھ کر فرمایا، کما صرح بہ فی التوشیح[3] (جیسا کہ توشیح میں اس پر تصریح ہے۔ ت) اب نہ رہا مگر امام اجل سیدی ابو جعفر طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کا بہ ناخذ (ہمارا اس پر عمل ہے) فرمانا اقول باللہ التوفیق (میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالٰی سے ہے۔ ت) اگر مان بھی لیا جائے کہ امام طحاوی اسی روایت شاذہ کو اختیار فرماتے ہیں تاہم معلوم ہے کہ اُن کے لیے بعض اختیارات مفردہ ہیں کہ بترک مذہب ان پر عمل کے کوئی معنٰی نہیں، ان کی جلالتِ شان بیشک مسلم مگر عظمت قاہرہ اصل مذہب چیزے دیگر ست، پھر اطباقِ احادیث پھر اتفاق متون پھر اخفاق جماہیر ائمہ ترجیح وفتیا ایسی شئی نہیں جس کا پلّہ اختیار مفرد امام طحاوی کے باعث گر سکے آخر ائمہ کرام نے ان کا بہ ناخذ (ہمارا اسی پر عمل ہے۔ ت) فرمانا دیکھا، پھر کیا باعث کہ اصلاً اُدھر التفات نہ فرمایا، غرض خادم فقہ جانتا ہے کہ ایسی روایت مرجوحہ مجروحہ جو نہ روایۃ معتمد نہ درایۃ مؤید، صرف ایک اختیار کی بنا پر جسے جمیع متون وسائر مرجحین نے مقبول نہ رکھا ہرگز صالح تعویل نہیں ہو سکتی، یہ سب اس تقدیر پر ہے کہ امام طحاوی کا روایتِ جواز کو اختیار فرمانا تسلیم کرلیں ورنہ فقیر غفراللہ تعالٰی لہ کے نزدیک اگر کلام امام طحاوی کی طرف بنظرِ غائر عطف عنان ہو تو ان شاء اللہ تعالٰی سپیدۂ صبح کی طرح ظاہر وعیاں ہو کہ وہ قطعاً ظاہر الروایۃ ہی کو بہ ناخذ (اسی پر ہمارا عمل ہے۔ ت) فرما رہے ہیں اگرچہ یہ وہ نئی بات ہے جسے سُن کر بہت علمائے زمانہ سخت تعجب فرمائیں گے کہ کفایہ وشرح نقایہ قہستانی ومراقی الفلاح وغمز العیون ودر منتقی ومجمع الانہر وحاشیہ طحطاوی وعقود دریہ وغیرہا متعدد کتابوں میں امام طحاوی کی طرف اختیار جواز کی نسبت مصرح، مگر کیا کیجئے اتباع نظر

---

[1] فتاوٰی خیریہ	کتاب الشہادات	دارالمعرفۃ بیروت	۲/ ۳۳
[2] درمختار	فصل فی البئر	مطبع مجتبائی دہلی	۱/ ۴۱
[3] بحرالرائق	کتاب الطہارت	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	۱/ ۱۳۸

خواہی نخواہی فقیر کو ایضاح حقیقۃ الامر پر مجبور کرتا ہے فاستمع لما یتلی علیک (کی جانے والی گفتگو کو اچھی طرح ملاحظہ کیجئے۔ ت) امام اجل طحاوی نے اپنی کتاب مستطاب شرح معانی الآثار کی کتاب الزکوٰۃ میں پہلا باب الصدقۃ علی بنی ہاشم وضع فرمایا اور اس میں ایک حدیث نقل کرکے ارشاد کیا کچھ لوگ اس کی بنا پر بنی ہاشم کے لیے صدقہ جائز رکھتے ہیں پھر ان کے تمسک کا جواب شافی دیا پھر حدیث فدک سے ان کا استناد ذکر کرکے اس کا بھی جواب کافی تحریر کیا پھر فرمایا:

قد جاءت بعد ھذہ الاثار عن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم متواترۃ بتحریم الصدقۃ علی بنی ھاشم۔[1]

ان آثار کے بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے متواتر طور پر احادیث سے ثابت ہے کہ بنو ہاشم پر صدقہ حرام ہے۔ (ت)

پھر حدیث امام حسن مجتبٰی و عبداللہ بن عباس و عبدالمطلب بن ربیعہ بن حارث و سلمان فارسی و ابو رافع و ہرمز یا کیسان و رشید بن مالک و ابی لیلٰی و بریدہ اسلمی و انس بن مالک و دو حدیث ابی ہریرہ و دو حدیث معٰویہ بن حیدہ قشیری رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین چودہ حدیثیں حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے باسانید کثیرہ روایت کرکے فرمایا:

فھذہ الاثار کلھا قد جاءت بتحریم الصدقۃ علی بنی ھاشم لا نعلم شیئا نسخھا ولا عارضھا الا ما قد ذکرناہ فی ھذا الباب مما لیس فیہ دلیل علی مخالفتھا۔[2]

یہ تمام آثار بنو ہاشم پر صدقہ کی حرمت پر شاہد ہیں، ہمیں ان کے منسوخ ہونے یا انکے مقابل روایات کا علم نہیں مگر جو کچھ ہم نے اس باب میں ذکر کیا ہے وہ کوئی ایسی دلیل نہیں جو ان آثار کی مخالفت پر ہو۔ (ت)

پھر حدیثاً و فقہاً اس مذہب کو مدلل کیا کہ زکوٰۃ تو زکوٰۃ صدقہ نافلہ بھی بنی ہاشم پر حرام ہے ان کے فقراء بعینہ حکم اغنیاء رکھتے ہیں، جو غنی کے لیے جائز ہے انھیں بھی مباح ہے اور جو غنی کو حلال نہیں انھیں بھی روا نہیں، پھر فرمایا:

ھذا ھو النظر فی ھذا الباب وھو قول ابی حنیفۃ وابی یوسف ومحمد رحمھم اللہ تعالٰی۔[3]

اس باب میں یہی دلیل ہے اور یہی امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ تعالٰی کا قول ہے (ت)

---

[1] شرح معانی الآثار کتاب الزکوٰۃ باب الصدقۃ علی بنی ہاشم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۳۴۹

[2] " " " " ۱/ ۳۵۲

[3] " " " " "

اس کے بعد اس روایت کا یوں ذکر فرمایا کہ:

قد اختلف عن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالٰی فی ذٰلک فروی انہ قال لا باس بالصدقات کلھا علٰی بنی ھاشم وذھب فی ذٰلک عندنا الی ان الصدقات انما کانت حرمت علیھم من اجل ماجعل لھم فی الخمس من سھم ذوی القربٰی فلما انقطع ذٰلک عنھم ورجع الٰی غیرھم بموت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حل لھم بذٰلک ما قد کان محرما علیھم من اجل ما قدکان احل لھم وقد حدثنی سلیمان بن شعیب عن ابیہ عن محمد عن ابی یوسف عن ابی حنیفۃ فی ذٰلک مثل قول ابی یوسف فبھٰذا ناخذ۔[1]

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالٰی سے مختلف روایات میں سے ایک روایت یہ ہے کہ بنو ہاشم پر تمام صدقات خرچ کرنے میں کوئی حرج نہیں، اور اس میں ہمارے ہاں دلیل یہ ہے کہ صدقات بنی ہاشم پر حرام ہونے کی وجہ یہ تھی کہ خمس کے ذوی القربٰی کے حصہ میں سے پانچواں حصہ ان کا ہوتا تھا، رسالتمآب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے وصال کے بعد جب ان کا وہ حصہ منقطع ہوکر غیر کی طرف چلا گیا تو اب ان کے لیے وہ حلال ہوجائے گا جو ان پر حرام ہوا تھا اس وجہ سے کہ ان پر خمس حلال تھا، مجھے حدیث بیان کی سلیمان بن شعیب نے اپنے والد سے انھوں نے محمد سے انھوں نے ابویوسف سے انھوں نے امام ابوحنیفہ سے اس سلسلہ میں ابویوسف کے قول کے مطابق نقل کیا ہے پس اس کے ساتھ ہی ہمارا عمل ہے۔ (ت)

پھر فرمایا:

فان قال قائل افتکرھھا علٰی موالیھم قلت نعم لحدیث ابی رافع الذی قد ذکرناہ فی ھٰذا الباب وقد قال ذٰلک ابویوسف رحمہ اللہ تعالٰی فی کتاب الاملاء وماعلمت احدا من اصحابنا خالفہ فی ذٰلک۔[2]

اگر کوئی سوال اٹھائے کہ بنوہاشم کے والی کے لیے مکروہ ہے تو میں کہوں گا ہاں اس حدیث کی وجہ سے جو ابورافع سے مروی ہے اور ہم نے اس باب میں اسے ذکر کردیا ہے، اور یہی بات امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالٰی نے کتاب الاملاء میں کہی ہے اور میں نہیں جانتا کہ ہمارے اصحاب میں سے کسی نے اس کی مخالفت کی ہو۔ (ت)

---

[1] شرح معانی الآثار کتاب الزکوٰۃ باب الصدقۃ علی بنی ہاشم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۳۵۲

[2] ایضاً

پھر فرمایا:

فان قال قائل افتکرہ للهاشمی ان یعمل علی الصدقة قلت لا وقد کان ابو یوسف یکرہ اذا کانت جعالتهم منها وخالف ابا یوسف اٰخرون فقالوا لا باس ان یجتعل منها الهاشمی لانه انما یجتعل علی عمله وذٰلك قد یحل للاغنیاء لا یحرم علی بنی هاشم الذین یحرم علیهم الصدقة وقد روی عن رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم فیما تصدق علی بریرة انه اکل منه (ثم اسند الطحاوی فی ذٰلك احادیث عن امهات المؤمنین عائشة وجویریة وام سلمة وعن ابن عباس وام عطیة رضی الله تعالٰی عنهم ثم قال) فلما کان ما تصدق به علی بریرة رضی الله تعالٰی عنها جائزا للنبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم اکله لانه انما ملکه بالهدیة جاز ایضا للهاشمی ان یجتعل من الصدقة لانه انما یملکه بعمله لا بالصدقة فهذا هو النظر وهو اصح مما ذهب الیه ابو یوسف رحمه الله تعالٰی فی ذٰلك[1] اھ ملخصًا۔

اگر کوئی یہ سوال کرے کہ ہاشمی کے لیے صدقات کیلئے عامل بننا مکروہ ہے تو میں کہوں گا کہ نہیں، امام ابو یوسف ان کی تنخواہ کو صدقات میں مکروہ کہتے ہیں، لیکن دوسرے لوگوں نے امام ابو یوسف کی مخالفت کرتے ہُوئے کہا کہ ہاشمی کو اس میں تنخواہ و وظیفہ دینے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ یہ اس کے عمل و محنت پر دیا جارہا ہے اور یہ تو اغنیاء کے لیے بھی جائز ہے تو اب ان بنو ہاشم پر یہ کیسے حرام ہوسکتا ہے جن پر صدقہ حرام تھا، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے صدقہ بریرہ کے بارے میں مروی ہے کہ آپ نے اسے تناول فرمایا (پھر اس کے بعد امام طحاوی نے سند کے ساتھ امہات المومنین حضرت عائشہ، حضرت جویریہ، حضرت ام سلمہ، حضرت ابن عباس اور حضرت ام عطیہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے احادیث ذکر کیں، پھر کہا) حضرت بریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہا پر کئے گئے صدقہ کا تناول کرنا رسالتمآب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لیے جائز تھا کیونکہ آپ بطور ہدیہ اس کے مالک قرار پائے تو اب ہاشمی کے لیے بھی صدقہ بطور وظیفہ جائز ہوگا، کیونکہ وہ عمل کی وجہ سے اس کا مالک بن رہا ہے نہ کہ صدقہ کی بنا پر۔ بس یہ اس میں نظر ہے اور یہی مختار ہے اور یہ اس معاملہ میں اقوال ابو یوسف رحمہ اللہ تعالٰی میں سے اصح ہے اھ ملخصاً (ت)

اب اس کلام امام کے محاوی ظاہرہ و مطاوی باہرہ پر نظر کیجئے:

---

[1] شرح معانی الآثار کتاب الزکوٰۃ باب الصدقۃ علی بنی ہاشم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۳۵۲-۵۳

اول شروع سخن سے دلائل تحلیل کا رد۔
دوم دلائل تحریم کی تکثیر میں کد۔
سوم اُن کا آغاز یُوں کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے تحریم میں متواتر حدیثیں آئیں۔
چہارم ختم یُوں کہ ہمارے علم میں ان حدیثوں کا کوئی ناسخ یا عارض نہیں سوا ان چیزوں کے جو اہل تحلیل نے ذکر کیں اور وُہ اصلاً اُن کی مؤید نہیں۔
پنجم حدیثاً وفقہاً ثابت فرمانا کہ نہ صرف زکوٰۃ یا دیگر واجبات بلکہ مطلقاً تمام صدقات بنی ہاشم پر حرام ہیں یہاں تک کہ نافلہ بھی، اور یہی مذہب ائمہ ثلاثہ کا ہے۔
ششم صاف صاف حصر فرما دینا کہ اسباب میں یہی مقتضائے نظر فقہی ہے، اب روایت خلاف کے لیے کہاں گنجائش رہی، حدیثیں بے ناسخ و معارض متواتر نظر فقہی اسی میں منحصر، پھر اختیار خلاف کس دلیل سے صادر۔ یہ چھ قرینے تو سباق میں ہیں اب سیاق کی طرف چلئے کہ دلائل دیکھئے۔
ہفتم روایت کے اختلاف اور اپنے اختیار کو ذکر کرکے بایرادفائے تعقیب سوال قائم فرماتے ہیں کہ اس پر کوئی مجھ سے پُوچھے بھلا بنی ہاشم کے غلامان آزاد شدہ کے لیے اخذ زکوٰۃ ممنوع جانتے ہو، سبحان اللہ اگر اس بہ ناخذ (اسی پر ہمارا عمل ہے۔ت) کے معنی یہی تھے کہ امام طحاوی نے خود بنی ہاشم کو زکوٰۃ حلال مانی تو اب اس سوال کا کون سا موقع اور کیا محل تھا، موالی تو اس فرعیت کی بنا پر داخل ہوتے تھے کہ مولی القوم منھم (کسی قوم کا غلام اُنہی میں سے ہوتا ہے۔ت)، جب اصول کے لیے جواز ٹھہرا تو فروع کی نسبت کیا پوچھتا رہا۔
ہشتم اس سوال کا جواب سُنئے کہ میں فرماؤں گا ہاں یعنی میرے نزدیک موالی بنی ہاشم کو اخذ زکوٰۃ ممنوع ہے کہ حدیث ابورافع اسی پر ناطق اور ارشاد امام ابی یوسف موافق اور بقیہ ائمہ سے خلاف نامعلوم، سُبحان اللہ کہاں بنی ہاشم کے لیے زکوٰۃ جائز ماننا اور کہاں اُن کے غلاموں پر حرام جاننا۔
نہم پھر حدیث ابورافع تو یونہی تھی کہ:

ان اٰل محمد لایحل لھم الصدقۃ وان مولی القوم من انفسھم[1]
آلِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لیے صدقہ حلال نہیں اور قوم کا غلام اُنہی میں سے ہوتا ہے (ت)

کیا معنی کہ حدیث کا فرعی حکم اس وجہ سے کہ حدیث میں وارد ہے اخذ فرمائیں اور اسی حدیث کا اصل حکم جس پر اس کے ساتھ اور احادیث متواترہ بھی ناطق ترک کر جائیں فافھم ولاتعجل۔

---

[1] شرح معانی الآثار کتاب الزکوٰۃ باب الصدقۃ علی بنی ہاشم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۳۵۱

دہم جو بنی ہاشم کے لیے جواز مانتے اور موالی پر حرام جانتے، حدیث ابو رافع ہرگز اس کے لیے حجت نہیں بلکہ صاف اس پر منقلب ہے کہ اُس میں مولائے قوم کو حکمِ قوم میں فرماتے ہیں جب حکمِ قوم جواز ہے حکمِ مولیٰ بھی لاجرم جواز ہوگا ورنہ موالی بالذات مستحقِ تحریم نہیں تو بر تقدیر اختیارِ جواز امام طحاوی کا یہ استدلال بالمخالف ٹھہرتا ہے۔

یازدہم طرفہ یہ کہ فرماتے ہیں امام ابویوسف نے مولیٰ پر زکوٰۃ ناروا مانی اور ہمیں اپنے باقی ائمہ سے اس کا خلاف معلوم نہیں، خلاف تو بنا بنایا پیشِ نظر ہے کہ جس روایت میں خود بنی ہاشم کو زکوٰۃ روا ہوئی مولیٰ کے لیے بدرجۂ اولیٰ ہوئی، تو لاجرم وہ اس روایت کو نظر سے ساقط اور ناقابلِ اعتداد جانتے ہیں، جب تو علمِ خلاف کی نفی فرماتے ہیں۔

دوازدہم اس کے بعد دوسرا سوال قائم کرتے ہیں کہ بھلا تمھارے نزدیک بنی ہاشم کا تحصیلِ زکوٰۃ پر متعین ہو کر اس کی اجرت لینا بھی جائز ہے یا نہیں۔ سبحان اللہ! جب حقیقت زکوٰۃ انھیں جائز کرچکے تو شبہ زکوٰۃ میں کلام کا کیا موقع رہا، اگر امام طحاوی کی وہی مراد ہوتی تو میں ان دونوں سوالوں کی مثال اس سے بہتر نہیں جانتا کہ عالم شافعی المذہب کہے میرے نزدیک بنت الفجور سے نکاح حلال ہے زید پُوچھے بھلا اس کی دخترِ رضاعی بھی حلال جانتے ہو یا نہیں، یا وہ کہے میرے نزدیک زنا موجبِ حرمتِ مصاہرت نہیں، زید پوچھے بھلا بے نکاح مس میں کیا کہتے ہو۔

یہ چھ دلائل جلائل سیاق میں تھے، اب نفسِ عبارت پر نظر کیجئے کہ اس کی شہادت سب سے اتم واکمل و قاطعِ جدل ہے۔ امام طحاوی نے بنی ہاشم پر مطلق صدقات کی حرمت ثابت کرکے فرمایا: یہ امام ابوحنیفہ و امام ابویوسف و امام محمد کا مذہب یعنی ان سے ظاہر الروایۃ ہے کہ قول نہیں کہتے مگر ظاہر الروایۃ کو، پھر امام سے اختلافِ روایت ذکر کیا اور راول بلفظ روی عنہ کہ صریح ضعفِ روایت پر دلیل ہے وہ روایتِ شاذہ بلاسند ذکر کی پھر بسندِ متصل نقل کیا کہ امام کا قول مثل قول امام ابویوسف ہے اور اس پر فرمایا فبھذا ناخذ۔ اب دیکھ لیجئے کہ امام طحاوی نے امام ابویوسف کا کیا مذہب بیان فرمایا تھا جس پر حوالہ کرتے ہیں کہ ہمیں اس سند کے ساتھ امام سے اسی مذہب ابویوسف کے مطابق پہنچا، آخر وُہ نہ تھا مگر اطلاقِ تحریم، تو قطعاً اسی کو بھذا ناخذ فرمارہے ہیں، یہ تو یقیناً معلوم کہ اوپر امام ابویوسف کا کوئی قول نہ گزرا مگر تحریم، اور یہ بھی نہایت واضح وجلی کہ حوالہ نہیں کرتے، مگر امرِ مذکور پر لاجرم ماننا ہوگا کہ اختلافِ روایت بتا کر پہلے لفظ روی عنہ روایت ابوعصمہ روایت کی پھر وحدثنی (مجھے بیان کیا۔ ت) سے مذہب تحریم کہ اصول میں اسی طریق محمد عن ابی یوسف عن ابی حنیفۃ (امام محمد نے امام ابویوسف سے انھوں نے امام ابوحنیفہ رحمھم اللہ تعالٰی سے روایت کیا۔ ت) سے مروی رنگِ اسناد دیا اور اسی کو بھذا ناخذ (اسی پر ہمارا عمل ہے۔ ت) سے مذیل کیا، اب سارا بیان اوّل سے آخر تک

منتظم وملتئم ہوگیا اور تمام اعتراضات واستغرابات دفعۃً دفع ہوگئے والّا اخذ الکلام بعضہ مجبر بعض (ورنہ یہ تو بعض کلام کو لینا اور بعض کو چھوڑنا ہے۔ت)

تامل کیجئے تو کلامِ امام کا یہ وہ یقینی محمل ہے جس کے سوا دوسرا محتمل نہیں اور ہنوز اس کے مؤیدات نفس کلام و دیگر وجوہ سے بکثرت باقی ہیں مثلاً:

سیزدہم آشنائے کلامِ محدثین جانتا ہے کہ وہ جس قول کو مسنداً لاتے ہیں یا تو سند لکھ کر اُسے بیان فرماتے ہیں وھوالاکثر (اکثر کا طریقہ یہی ہے۔ت) یا قول بیان کرکے سند یوں ذکر کرتے ہیں کہ حدثنی بذلک فلان عن فلان یا حدثنی فلان عن فلان مثلہ (مجھے فلاں سے فلاں نے بیان کیا یا فلاں نے فلاں سے اسی کی مثل بیان کیا۔ت) تاکہ اسناد مسند سے مرتبط ہوجائے نہ یوں کہ بالکل تغایر و انقطاع رہے کہ روی عن ابی حنیفۃ کذا وحدثنی فلان عن ابی حنیفۃ (امام ابوحنیفہ سے اسی طرح مروی ہے اور مجھے فلاں نے امام ابوحنیفہ سے فلاں کی مثل قول نقل کیا ہے۔ت)

چہاردہم اگر ایسا ہی مانئے تو ضرور ہے کہ قولِ ابی یوسف بھی جواز ہو حالانکہ قولِ ابی یوسف قطعاً تحریم ہے بلکہ قول درکنار شاید اُن سے کوئی روایت شاذہ بھی مثل روایت نوح نہیں۔

پانزدہم خود امام طحاوی چند سطر کے بعد تحریر فرماتے ہیں کہ قول ابی یوسف موالی پر بھی تحریم ہے نہ کہ خود اصول کے لیے جواز۔

شانزدہم اور چند سطر بعد فرمایا قول ابی یوسف میں ہاشمی کو شبہ زکوٰۃ بھی روا نہیں یعنی اپنے عمل کی اُجرت مالِ زکوٰۃ سے لینا پھر اجازت حقیقت چہ معنی، تو لاجرم قول ابی یوسف وہی تحریم ہے اور اس سند کا متن اسی پر محمول، اور وہی بھذا ناخذ (اسی پر ہمارا عمل ہے۔ت) سے مذیل۔

ہفدہم اوپر سن چکے کہ روایتِ جواز روایت نوح ابن ابی مریم ابوعصمہ مروزی تلمیذ امام ابوحنیفہ و امام ابی لیلٰی وکلبی ہے اور امام طحاوی اپنی روایتِ مختارہ کو بطریق سلسلۃ الذہب محمد عن ابی یوسف عن ابی حنیفۃ (امام محمد نے امام ابویوسف سے اور انھوں نے امام ابوحنیفہ سے روایت کیا ہے۔ت) روایت فرماتے ہیں اگر وہی روایت اس طریق سے مروی ہوتی تو روی ابو یوسف عن ابی حنیفۃ (امام ابویوسف نے امام ابوحنیفہ سے روایت کیا۔ت) کہا جاتا، نہ روی ابو عصمۃ (شیخ ابوعصمہ نے روایت کیا۔ت) کہ مہرِ عالم افروز کو چھوڑ کر چراغ کی طرف نہیں جاتے نہ ہرگز فقہا کا داب کہ امام کی وہ روایتیں جو بطریق صاحبین مروی ہیں کسی اور کے نام سے منسوب کیا کریں خصوصاً وہ صاحب بھی ایسے کہ جن کی نسبت کلام ائمہ معلوم ہے، نہیں نہیں بلکہ بیشک یہ روایت جسے بھذا ناخذ (اسی پر ہمارا عمل ہے۔ت) فرمایا، انھی روایاتِ اصول سے ہے جو

اس طریقہ انیقہ صاحبین سے آتی ہیں۔ یہ مجموع اٹھارہ باتیں تو اس نفس عبارت میں ہیں جن کے بعد ان شاء اللہ تعالٰی وضوحِ حقیقۃ الامر میں اصلاً مجالِ کلام نہیں اس کے سوا بعض دلائل قاہرہ و باہرہ اسی شرح معانی الآثار کے دوسرے مقام سے سُنئیے جس سے یہ بھی ثابت ہُوا کہ امام طحاوی اُس روایت مردودہ کے اصل مبنٰی یعنی بنی ہاشم کے لیے خمس الخمس عوض صدقات ہونے ہی کا بہ نہایت شدومد انکارِ بلیغ فرماتے ہیں کتاب وجوہ الفیئ وخمس المغانم میں ایک قول فرمایا کہ بعض کے نزدیک آیہ کریمہ میں ذوی القربٰی سے صرف بنی ہاشم مراد ہیں کہ اللہ تعالٰی نے جبکہ ان پر صدقہ حرام کیا یہ خمس کا حصہ اس کا عوض دیا، پھر اس کا رد فرماتے ہیں کہ:

ان قولهم هذا عندنا فاسد لان رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم لما حرمت الصدقة علی بنی هاشم قد حرمها علی موالیهم کتحریمه ایاها علیهم و تواترت عنه الآثار بذٰلك۔[1]

علماء کا قول ہے کہ یہ ہمارے نزدیک فاسد ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے جب صدقہ بنو ہاشم پر حرام فرمایا تو آپ نے ان کے غلاموں پر بھی اسی طرح حرام فرمایا جس طرح بنو ہاشم پر حرام ہے اور اس پر آپ سے متواتر آثار ہیں۔ (ت)

پھر احادیث ابن عباس و ابورافع و ہرمز یا کیسان رضی اللہ تعالٰی عنہم ذکر کرکے فرمایا:

فلما کانت الصدقة المحرمة علی بنی هاشم قد دخل فیهم موالیهم و لم یدخل موالیهم معهم فی سهم ذوی القربٰی باتفاق المسلمین ثبت بذٰلك فساد قول من قال انما جعلت لذی القربٰی فی اٰیة الفیئ وفی اٰیة خمس الغنیمة بدلا مما حرم علیهم الصدقة۔[2]

صدقہ کی حرمت میں بنو ہاشم کے ساتھ ان کے غلام بھی شامل تو ہیں مگر ذوی القربٰی کے حصہ میں بالاتفاق بنو ہاشم کے ساتھ شامل نہیں اس سے ان لوگوں کے قول کا فساد واضح ہوگیا جو کہتے ہیں کہ ایک آیت فَیْئ اور ایک آیت خمسِ غنیمت میں جو کچھ حضور کے رشتہ داروں کے لیے مقرر کیا گیا یہ اس صدقہ کے عوض ہے جو اُن پر حرام کردیا گیا ہے۔ (ت)

پھر دوسری دلیل نظری سے اس عوض ہونے کا فساد ثابت کرکے فرمایا:

فدل ذٰلك ان سهم ذوی القربٰی لم یجعل لمن یجعل له خلفا من الصدقة التی

یہ اس پر دال ہے کہ ذوی القربٰی کا حصہ جن لوگوں کے لیے مقرر کیا گیا ہے وہ ان پر حرام کردہ

---

[1] شرح معانی الآثار کتاب وجوہ الفیئ الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۱۸۴

[2] ایضاً

حرمت علیہ[1] صدقہ کا عوض نہیں ۔(ت)

پھر تصریح کی کہ بنی ہاشم پر صدقہ حرام ہے اور اسے احادیثِ متعددہ سے ثابت فرماکر ارشاد کیا،

افلایری ان الصدقۃ التی تحل لسائر الفقراء من غیر بنی ھاشم من جھۃ الفقر لاتحل لبنی ھاشم من حیث تحل لغیرھم فکذٰلک الفیئ والغنیمۃ لوکان مایعطون منھا علی جھۃ الفقر اذا ماحل لھم[2]

کیا وہ یہ ملاحظہ نہیں کرتے کہ بنو ہاشم کے علاوہ فقر کی وجہ سے تمام فقراء کے لیے صدقہ حلال ہے، لیکن بنو ہاشم پر اس علت کی بنا پر حلال نہیں جس کی بنا پر اوروں کے لیے حلال ہے تو اسی طرح فیئ اور غنیمت اگر یہ فقر کی وجہ سے انھیں عطا کئے جائیں تو یہ بھی ان کے لیے حلال نہ ہونگے ۔(ت)

اب بھی کچھ وضوح حق باقی رہا وللہ الحمد ھکذا ینبغی التحقیق واللہ سبحانہ ولی التوفیق (اللہ تعالٰی ہی کے لیے ہے حمد وثناء، اور تحقیق کے لیے ہی مناسب ہے اللہ سبحانہ، وتعالٰی ہی توفیق کا مالک ہے ۔ ت) رہا یہ کہ امام طحاوی ضمن کلام میں اُس روایت کی ایک توجیہ ذکر فرماگئے کہ ہمارے خیال میں اس روایت کی بنا پر امام کی نظر اس طرف گئی حاشا یہ اصلاً اس کے اختیار سے علاقہ نہیں رکھتا، علماء کا داب ہے کہ اقوال مختلفہ میں ہر ایک کی دلیل ذکر فرماتے ہیں ہدایہ وکافی وغیرہما اس رنگ کی کتابیں اسی انداز پر ہیں پھر مختار وہی ہے جو مختار ہے اور قول کو صرف ابو یوسف کی طرف نسبت کرنا کچھ مستغرب نہیں کہ امام سے تو اختلاف روایت کا بیان ہی ہے اور صاحبین میں اعظم واقدم ابو یوسف ہیں معہذا مذہب تو سب کا اوپر لکھ ہی چکے یہاں فقط بتا دینا تھا بالجملہ کلام امام طحاوی باعلٰی ندامنادی کہ وہ ہرگز اس روایت ضعیفہ کی ترجیح و تصحیح کے پاس بھی نہیں بلکہ قطعاً تحریم پر جازم، اور اس میں بھی یہاں تک جازم کہ تحریم نافلہ پر بھی حاکم، کماھو المرجح عند المحقق علی الاطلاق والبعض الاٰخرین من الحذاق (جیسا کہ محقق علی الاطلاق اور بعض دیگر اکابرین کے نزدیک راجح ہے ۔ ت) غالباً ابتداء میں بمقتضائے یابی اللہ العصمۃ الالکلامہ وکلام رسولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم (عصمت صرف کلام اللہ اور کلام رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ہی حاصل ہے ۔ ت) بعض علمائے ناقلین کی نظر نے لغزش فرمائی اور وبھذا ناخذ (اسی پر ہمارا عمل ہے ۔ ت) کی مشار الیہ وُہ روایت ضعیفہ خیال میں آئی پھر علمائے مابعد نقل در نقل فرماتے چلے آئے نقد یا مراجعت کا اتفاق نہ ہُوا

---

[1] شرح معانی الآثار کتاب وجوہ الفیئ وقسم الغنائم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۸۴/۲
[2] " " " " ۱۹۴/۲

ورنہ حاش للہ ان کی جلیل شان اس سے بس ارفع ہے کہ بامعاون وتدبر شرح آثار پر نظر فرماتے اور اس کی عبارت کے یہ معنی ٹھہراتے، علامہ زین نجیم مصری بحر الرائق میں فرماتے ہیں:

قد یقع کثیرا ان مؤلفا یذکر شیئا خطأ فی کتابہ فیأتی من بعدہ من المشائخ فینقلون تلک العبارۃ من غیر تغییر فیکثر الناقلون لہا واصلہا الواحد مخطئ[1] الخ

بہت دفعہ ایسا ہوجاتا ہے کہ ایک مصنف اپنی کتاب میں خطا کرتا ہے تو بعد کے مشائخ اسے بغیر کسی تبدیلی کے نقل کر دیتے ہیں، ناقلین کثیر ہوجاتے ہیں حالانکہ اصل خطا کرنے والا ایک ہی تھا الخ (ت)

مشتغل علم اگرچہ میری اس طویل تقریر کو بالکل گوش ناآشنا پائے گا مگر امید کرتا ہوں کہ ان شاء اللہ تعالٰی اس مقام کی تنقیح جمیل وتنقید جلیل برکات علماء سے اس بے بضاعت کا حصہ تھا ؎

وللارض من کاس الکرام نصیب

(زمین کے لیے بھی سخیوں کے دسترخوان سے حصہ ہوتا ہے)

فتبصر وتشکر والحمد للہ الاکبر، وانما اطلنا الکلام فی ھذا المقام لما بلغنا عن بعض علماء العصر من اجلۃ رامفور من اباحۃ الزکوٰۃ لحضرات الاشراف اغترارا بتلک الروایۃ وذالک الاختیار وما العصمۃ الا باللہ العزیز الغفار۔

غور کر، شکر کر، حمد اللہ کے لیے جو سب سے بڑا ہے ہم نے اس مقام پر خوب طویل گفتگو اس لیے کی ہے کہ بعض معاصرین علمائے رامپور نے اس روایت کی بنا پر غلط فہمی کا شکار سادات کرام کے لیے زکوٰۃ کو مباح قرار دیا ہے، عصمت اللہ غالب غفار کے لیے ہی ہے (ت)

غرض میں جزم کرتا ہوں کہ بے شک بنی ہاشم پر زکوٰۃ حرام ہے اور بیشک اسی پر افتاء واجب اور بیشک اس سے عدول ناجائز، اور بے شک وہ روایت روایۃً مرجوح اور درایۃً مجروح اور بیشک امام طحاوی اس کے خلاف پر قاطع، اور بے شک اُن کی تصحیح جانب ظاہر الروایۃ راجع، والی اللہ الرجعی والیہ مناب (اللہ ہی کی طرف لوٹنا ہے اور وہی ماوٰی وملجا ہے۔ ت) واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم بالصواب۔

مسئلہ ۱۲۹ مرسلہ مولوی حافظ محمد امیر اللہ صاحب ۲ جمادی الاولٰی ۱۳۰۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زکوٰۃ احوج کو دینا اولٰی ہے خصوصاً جو احوج اپنا قریب ہو یہ حکم مطلق ہے مثلاً بنی ہاشم اپنے اقارب احوجین کو زکوٰۃ دیں یا یہ مخصوص ہیں بوجہ حدیث:

---

[1] بحر الرائق کتاب البیوع باب المتفرقات ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۶/ ۱۸۵

يا بنى هاشم حرم الله تعالٰى عليكم غسالة الناس واوساخهم[1]۔

اے بنی ہاشم! اللہ تعالٰی نے تم پر لوگوں کا بچا ہوا اور ان کی میل حرام کردی ہے الخ (ت)

کے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

بیشک زکوٰۃ اور سب صدقات اپنے عزیزوں قریبوں کو دینا افضل اور دوچند اجر کا باعث ہے، زینب ثقفیہ زوجہ عبداللہ بن مسعود اور ایک بی بی انصاریہ رضی اللہ تعالٰی عنہم دراقدس پر حاضر ہوئیں اور حضرت بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ کی زبانی عرض کرابھیجا کہ ہم اپنے صدقات اپنے اقارب کو دیں، حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

لهما اجران اجر القرابة واجر الصدقة[2]۔ رواه احمد والشيخان عن زينب رضى الله تعالٰى عنها۔

ان کے لیے دو ثواب ہوں گے ایک ثواب قرابت اور دوسرا تصدق کا (اسے امام احمد، بخاری اور مسلم نے حضرت زینب رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کیا۔ ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

الصدقة على المسكين صدقة وعلى ذى الرحم ثنتان صدقة وصلة[3]۔ اخرجه النسائى والترمذى وحسنه وابن خزيمة و ابن حبان فى صحيحهما والحاكم وقال صحيح الاسناد۔

مسکین کو دینا اکہرا صدقہ ہے اور رشتہ دار کو دینا دوہرا، ایک تصدق اور ایک صلہ رحم (اسے نسائی اور ترمذی نے بیان کیا اور اسے حسن کہا۔ ابن خزیمہ اور ابن حبان نے اپنی اپنی صحیح میں اور حاکم نے روایت کیا اور کہا اس کی سند صحیح ہے۔ ت)

بلکہ حدیث میں ہے حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں،

يا امة محمد والذى بعثنى بالحق لايقبل الله صدقة من رجل وله قرابة محتاجون الى صلته ويصرفها الى غيرهم

اے امت محمد (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) قسم اس کی جس نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا اللہ تعالٰی اس کا صدقہ قبول نہیں فرماتا جس کے رشتہ دار اُس کے

---

[1] نصب الرایۃ لاحادیث الہدایۃ کتاب الزکوٰۃ المکتبۃ الاسلامیہ صاحبہا الحاج ریاض الشیخ ۲/۴۰۳

[2] صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ فصل النفقۃ والصدقۃ علی الاقربین قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۲۳

[3] جامع الترمذی ابواب الزکوٰۃ باب ماجاء فی الصدقۃ علی ذی القرابۃ امین کمپنی دہلی ۱/۸۳

والذی نفسی بیدہ لاینظر اللہ الیہ یوم القیامۃ[1] اخرجہ الطبرانی عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

سلوک کی حاجت رکھیں اور وہ انھیں چھوڑ کر اوروں پر تصدق کرے، قسم اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اللہ تعالٰی روزِ قیامت اُس پر نظر نہ فرمائے گا۔ (اسے طبرانی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)

مگر یہ اسی صورت میں ہے کہ وُہ صدقہ اس کے قریبوں کو جائز ہو، زکوٰۃ کے لیے شریعتِ مطہرہ نے مصارف معین فرما دئے ہیں اور جن جن کو دینا جائز ہے صاف بتا دئے، اس کے رشتہ داروں میں وُہ لوگ جنھیں دینے سے ممانعت ہے ہرگز استحقاق نہیں رکھتے، نہ اُن کے دئے زکوٰۃ ادا ہو جیسے اپنے غنی بھائی یا فقیر بیٹے کو دینا، یونہی اپنا قریب ہاشمی کہ شریعت مطہرہ نے بنی ہاشم کو صراحۃً مستثنٰی فرما لیا ہے اور بیشک نصوص مطلق ہیں۔

الشیخان واللفظ لمسلم عن ابی ھریرۃ ف رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انا لاتحل لنا الصدقۃ[2] احمد وابوداؤد والترمذی وصححہ والنسائی والحاکم وقال علی شرط الشیخین واقروہ وابن خزیمۃ وابن حبان والطحاوی عن ابی رافع مولٰی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان الصدقۃ لاتحل لنا[3] احمد وابن حبان بسند صحیح عن الحسن بن علی رضی اللہ تعالٰی

الشیخان، اور الفاظِ مسلم میں حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: ہمارے لیے صدقہ حلال نہیں۔ مسند احمد، ابوداؤد اور ترمذی نے صحیح کہا۔ نسائی، حاکم نے کہا یہ شیخین کے شرائط پر ہے۔ محدثین نے اسے ثابت رکھا۔ ابن خزیمہ، ابن حبان اور طحاوی نے حضرت ابو رافع (جو رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام ہیں) نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے بیان کیا کہ صدقہ ہمارے لیے حلال نہیں۔ مسند احمد اور ابن حبان نے سند صحیح کے ساتھ حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالٰی عنہما سے

---

[1] مجمع الزوائد بحوالہ معجم اوسط باب الصدقۃ علی الاقارب الخ دار الکتاب العربی بیروت ۳/ ۱۱۷
[2] صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۴۴
[3] جامع الترمذی ابواب الزکوٰۃ باب ماجاء فی کراہیۃ الصدقۃ للنبی الخ امین کمپنی دہلی ۱/ ۸۳
ف: صحیح مسلم میں مذکورہ حوالہ میں "عن ابی ھریرۃ" کی جگہ "عن شعبۃ بھذا الاسناد" ہے۔

عنہما عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم
انا اٰل محمد لا تحل لنا الصدقة[1]. احمد
عن ام کلثوم رضی اللہ تعالٰی
عنہا ومسلم عن مہران مولٰی رسول اللہ صلی
اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن رسول اللہ صلی اللہ
تعالٰی علیہ وسلم مثلہ وھو عند الطحاوی
عن ام کلثوم ان مولی لنا یقال لہ ھرمز او
کیسان[2] الحدیث الطبرانی عن ابن عباس
رضی اللہ عنہما عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم
انہ لا یحل لکما اھل البیت من الصدقات
شیئ[3] احمد وابوداؤد والنسائی والحاکم
وصححہ والطحاوی عن بہز بن حکیم
عن ابیہ عن جدہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی
علیہ وسلم لا یحل لاٰل محمد منہا شیئ[4]
الٰی غیر ذٰلک من العمومات والاطلاقات
التی لا تکاد تحصی لکثرتہا۔

مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا
آلِ محمد کے لیے صدقہ حلال نہیں۔ مسند احمد میں حضرت
ام کلثوم رضی اللہ تعالٰے عنہا اور مسلم میں حضرت
مہران (رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام)
سے انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے
اسی کی مثل روایت کیا ہے، امام طحاوی کے نزدیک
یہ حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالٰی عنہا سے مروی ہے کہ
ہمارے آزاد شدہ غلام تھے جنھیں ہرمز یا کیسان کہا
جاتا ہے الحدیث، طبرانی نے حضرت ابن عباس
سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ
وسلم نے فرمایا: اے اہل بیت! تمھارے لیے صدقات
میں سے کوئی شَے حلال نہیں۔ مسند احمد، ابوداود، نسائی اور
حاکم نے اسے صحیح کہا۔ طحاوی نے حضرت بہز بن حکیم انھوں
نے اپنے دادا سے انھوں نے رسالتمآب صلی اللہ تعالٰے
علیہ وسلم سے روایت کیا کہ آلِ محمد کے لیے صدقات میں سے
کوئی شَے حلال نہیں۔ اور ان کے علاوہ دیگر عمومی اور اطلاقی
دلائل جن کا احصا کثرت کی وجہ سے دشوار ہے۔ (ت)

تو بیشک حکم احادیث ہاشمیوں پر مطلق زکوٰۃ کی تحریم ہے خواہ ہاشمی کی ہو یا غیر ہاشمی کی، اور یہی مذہب امام کا ہے
اور یہی اُن سے ظاہر الروایۃ اور اسی پر متون، تو یہی معتمد ہے،

فی الدرالمختار ظاھر المذھب اطلاق المنع
وقول العینی والھاشمی یجوزلہ دفع زکوتہ

درمختار میں ہے ظاہر مذہب یہی ہے کہ سادات کو
صدقہ دینا ہر حال میں منع ہے، امام عینی کا قول کہ ہاشمی

---

[1] مسند احمد بن حنبل — مروی از حسن بن علی رضی اللہ عنہ — دار المعرفۃ بیروت — ۱/ ۲۰۰
[2] شرح معانی الآثار — کتاب وجوہ الفیئ وقسم الغنائم — ایچ ایم سعید کمپنی کراچی — ۱/ ۱۸۴
[3] المعجم الکبیر — حدیث ۱۱۵۴۳ مروی از عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ — المکتبۃ الفیصلیہ بیروت — ۱۱/ ۲۱۷
[4] مسند احمد بن حنبل — حدیث بہز بن حکیم الخ — دار الفکر بیروت — ۵/ ۴۹۲

لمثلہ صوابہ لا یجوز نھر اھ واللہ سبحانہ و تعالٰی اعلم ۔

اپنی زکٰوۃ ہاشمی کو دے سکتا ہے، اسے درست قرار دینا جائز نہیں، نہر اھ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم (ت)

ـــــــــــــــــــــــ

؎ درمختار باب المصرف مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۴۱